کو روک سکے اور مشکوک اداروں کو اگر حکومت کی مستقل نگرانی میں نہ لے سکے تو کم سے کم ان پر بعض ضروری پابندیاں لگا دے۔

مگر جس حکومت کا اپنا کوئی تعلیمی تصور ہی نہ ہو اور کوئی تہذیبی نقشہ ہی نہ ہو، اس کے ہاں تو میدان کھلا ہے کہ جس کا جی چاہے آئے اور جیسی تعلیم و تہذیب چاہے قوم میں پھیلائے، کوئی احتساب اور روک ٹوک اور امتناع نہیں ہے۔ جہاں ۴۰ سال میں دستور ہی کا فیصلہ نہ ہو پایا ہو، جہاں یہی طے نہ ہو کہ کس قسم کی حکومت پاکستان کو چاہیے، جہاں یہی سوال جھگڑے کا باعث ہو کہ شریعت ہوگی یا لادینیت، وہاں کس بنیاد پر کسی اپنے بیگانے کو روکا جائے کہ فلاں کام یہاں کیا جا سکتا ہے، فلاں نہیں کیا جا سکتا۔

ایسی خستہ حالی و بے چارگی اور جمود و جذام کا عالم جہاں طاری ہو، وہاں ہم لوگ اسلام جیسے عظمت مآب نظام زندگی کی دعوت لیے اس امید میں کھڑے ہیں کہ شاید دیر صرف اتنی ہے کہ نظام اسلام کی معلومات قیادت کے سامنے رکھ دی جائیں تو وہ فوراً انہیں آنکھوں سے لگا کر نافذ کر دے گی۔ پیارے ساتھیو! یہ جو کچھ دیکھتے ہو کٹھ پتلیاں ہیں، گڑیاں ہیں، مومی مجسمے ہیں، یہ جیتے جاگتے آدمی بھی نہیں، تمہیں تو مسلمان چاہئیں!

خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر ایک پیراگراف مجھے الگ سے لکھنا تھا، مگر بر سبیلِ تذکرہ یہاں بات چھڑ گئی، لہٰذا اسی جگہ چند ضروری نکات عرض ہیں۔ اس کی اصل حقیقت توجہ طلب ہے۔ میں یہاں اس کے بنیادی فلسفے اور اس کے خلاف مغربی مفکرین کے دلائل کو پیش نہیں کرنا چاہتا، اور نہ اس مسئلے کو اپنے دینی اور عقلی نقطۂ نظر سے جانچنا چاہتا ہوں۔ فقط یہ کہنا ہوں کہ یہ مسئلہ اخلاق کے علاوہ بہت سے دوسرے سیاسی و تمدنی مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔ دنیا کی اقوامِ غالب کو آبادی کی زیادتی یا وسائل کی کمی کا کوئی قضیہ درپیش نہیں ہے، انہیں ہمدردی صرف نوخیز ایشیائی، افریقی اور خصوصاً مسلم ممالک سے ہے[1]۔ یہ چند اور اچکی قومیں ہیں جنہوں

[1] اس میں ایک بڑا [illegible] نقطہ بھی پنہاں ہے۔ مغربی تاجر دیکھ رہے ہیں کہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

نے دُنیا بھر کے حصّے کی دولت کچھ تو شہنشاہی دور میں لوٹی کھسوٹی اور کچھ اب قرضوں اور ایڈ کے سامراج، علمی و ثقافتی سامراج اور ہمیں ترقی کی راہ پر ڈالنے کے بہانے ہماری جیب تراشی کر رہے ہیں، اندر ہی اندر اس بات سے ڈرتی ہیں کہ اگر پچھلی پسی غریب اور سابق غلام قوموں کی آبادیٔ کثیر کے لشکر کے لشکر ہمارے خلاف اُمڈ پڑے تو یہ تو سب کچھ تباہ کر دیں گے۔[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

مشرق کی وسیع منڈی کے لوگوں کی قوتِ خرید آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے وہ انہیں سکھاتے ہیں کہ "بچے دو ہی اچھے" کی صورت میں خوب کھاؤ پیو گے اور تیسرے بچے کو روک کر اس پر اٹھنے والے خرچ سے ٹیلی وژن یا سکوٹر خرید سکو گے اور مجبوری ہوئی تو قسطیں ادا کر سکو گے۔ پھر چوتھے بچے کو روک کر فرج لے لینا —— نہایت دُور رس فکر کے ساتھ دورِ نو کے بنیئے ہمارے ہاں "بچہ روک" تحریک چلاتے ہوئے ہیں۔ اور اس تحریک کو ہمارے محکمہ ہائے صحت، ویلیج ایڈ، تعلیم، ریڈیو اور ٹیلی وژن اور اخباری اشتہارات کی مدد سے ہماری حکومتوں کے ذریعے "تبلیغ" کرا رہے ہیں۔ اس کارِ خیر کے لیے فنڈ مہیا کیے جاتے ہیں اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو دیہات تک میں خانہ بہ خانہ بھیج کر خاندانی منصوبہ بندی کی تعلیم مردوں اور عورتوں کو ایسے اہتمام کے ساتھ دلوائی جاتی ہے گویا اُن کی دُنیا و آخرت کی بھلائی کا انحصار اسی پر ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] ملحدانہ نظریۂ سیاست اور مادہ پرستانہ تہذیب اور مادی اخلاق اور اس کے ساتھ جدید دور کے اسبابِ آرام و تعیش اور ذرائع تفریحات نے بڑی بڑی قوموں کے ماحول کو ایسا بنا دیا ہے کہ ان کے مردانِ جنگی کی قوتوں کا پیمانہ گر گیا ہے۔ امریکی فوج ویت نام میں کھڑی نہ رہ سکی، بھاگ نکلی اور اب روسی فوج کے لیے افغانستان دہکتا ہوا بھاڑ بن گیا ہے، جس میں اس کے سپاہی مکی اور چنوں کے دانوں کی طرح بھن رہے ہیں۔ جو زندہ رہتے ہیں وہ کسی اچانک آفت کے خوف میں گھُل گھُل کر ہیروئن اور دوسرے نشوں کی پناہ لینے لگے ہیں (باقی بر صفحہ آئندہ)

ان کے خیال میں ہماری اقوام کی آبادی کثیر ہی بہت سے جھگڑوں، جھمیلوں، انقلابوں اور ہنگامہ خیزیوں کا باعث ہے۔ انہیں اندیشہ یہ ہے کہ اس سیلاب کا آخری نشانہ ہم بھی بن سکتے ہیں خود میرے مطالعہ سے کسی مغربی دانش ور کی یہ بات گذر چکی ہے کہ رنگین نسلوں کے چیونٹوں کا سیلاب اگر ایک دفعہ لوٹ پڑا تو پھر کئی صدیوں کے حاصل شدہ علم و تمدن کی خیر نہیں ——
دراصل بڑی قومیں ہمیں خاندانی منصوبہ بندی کا سبق پڑھا کر اپنی خیر منا رہی ہیں اور بعض ہم چیونٹوں کو پیدا ہونے سے قبل ہی مسلوا دینا چاہتی ہیں۔ لوگ بھی خوش ہوتے ہیں کہ ایک بچے کا بوجھ اٹھانے سے بہتر ہے کہ ایک ٹیلی وژن خرید لیا جائے۔ پھر ایک مطلب یہ ہے کہ مسلمان الله لوگ ہیں یہ دور دراز تک دیکھ سوچ نہیں سکتے۔ ان کو خود ان کے ہاتھوں اپنے آزاد ملکوں میں آہستہ آہستہ پہلے کمزور اکثریت میں اور پھر بے حیثیت اقلیت میں بدل دو۔ اس دوران میں ان کی نوجوان نسلوں کے اخلاق بھی تباہ ہوں گے۔ گھر گھر میں بچے اور بچوں کی پیدائش اور جنسی رابطے کی حقیقت کے وعظ پہنچیں گے، بہت سے ہنستے بستے گھر ان "گولیوں" اور دوسرے متعلقہ وسائل کی وجہ سے اجڑیں گے جن کے ساتھ خواتین کی صحت کے لیے دسیوں خرابیوں کے سامان ہیں۔ پھر ایک فائدہ یہ بھی کہ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ خدا کے کاموں میں انسان مداخلت کر کے کچھ سے کچھ نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اور خدا کسی مداخلت کو نہیں روک سکتا۔ (نعوذ باللہ) اصل چیز سائنس ہے، خدا تو بس خدا ہے۔
ان حقائق کے ہوتے ہوئے جب بڑی قوتیں قرضے اور ایڈ اور اسلحہ دینے پہ معاہدات

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)
ایسی یکن پاور کے سامنے اونچے تختوں پر بیٹھی عالمی قوتیں ان سوکھے ڈھانچوں اور "چیونٹوں" کے سیلاب سے ڈر رہی ہیں جو آگے بڑھیں تو پھر سفیں کی صفیں مرتی جاتی ہیں۔ مگر مرنے والوں کی ردنہیں تھمتی۔ حتیٰ کہ کچھ تو وسائل ختم ہو جاتے ہیں اور کچھ ظلم کرنے والوں کے اعصاب جواب دے جاتے ہیں ایسے حالات سے بچنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی ہی بہتر ہے۔